بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیشۂ وکالت کی شرعی حیثیت

جناب ڈاکٹر منیر احمد مغل ایم اے، ایل ایل بی، پی ایچ ڈی،

لفظ "وکالت" کی لغوی تحقیق

لفظ وکالت بفتح واوٗ اور بکسر واوٗ دونوں طرح سے آیا ہے۔

اَلْوَکَالَۃُ اور اَلْوِکَالَۃُ کے معنیٰ سپردگی اور بھروسہ۔ محافظت قائم مقامی اور ذمہ داری کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا وکیل ہے یعنی اس کا محافظ اس کی بجائے یا اس کا ذمہ دار ہے۔ اس کی جمع وکالات ہے۔

لفظ وکیل کا قرآنی مفہوم

اس لفظ کا مادہ و ک ل ہے۔ جس کے مختلف صیغے قرآن مجید میں کل ۷۰ مقامات پر آئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

وَکَّلْنَا (۱ بار)	تَوَکَّلَ (۹ بار)
وُکِّلَ (۱ بار)	تَوَکَّلُوْا (۲ بار)
تَوَکَّلْتُ (۷ بار)	وَکِیْلٌ (۱۱ بار)
تَوَکَّلْنَا (۴ بار)	وَکِیْلًا (۱۳ بار)

نَتَوَكَّلُ (۱ بار) — اَلْمُتَوَكِّلُوْنَ (۳ بار)

يَتَوَكَّلُ (۱۲ بار) — اَلْمُتَوَكِّلِيْنَ (۱ بار)

يَتَوَكَّلُوْنَ (۵ بار)

اَلْـوَكِـيْـلُ وہ شخص جس پر بھروسہ کیا جائے یا وہ شخص جس کے سپرد عاجز آدمی اپنا کام کردے ۔ اس کے ایک معنی دلیر ہیں اور اس کی جمع وُکَلَاءُ ہے

جب یہ لفظ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہو تو اس وقت اس کے معنیٰ "روزی دینے والا ۔ کارساز ۔ کفایت کرنے والا" ہوتے ہیں ۔ جیسے قرآن پاک میں آیا ہے ۔

وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۔

ترجمہ: اور انہوں نے کہا کہ اللہ ہم کو کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لیے اچھا ہے ۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۔

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے ۔

وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔

ترجمہ: اور وہ ہر چیز کا کارساز (محافظ) ہے

امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ ھ) فرماتے ہیں توکیل سے مراد یہ ہے کہ آپ

---

[۱] قرآن (۳: ۱۷۳)

[۲] قرآن (۴: ۱۷۱)

[۳] قرآن (۶: ۱۰۲)

اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص پر اعتماد کریں اور اس کو اپنا نائب بنا دیں - وکیل بروزن فعیل ہے اور مفعول کے معنی میں ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا -

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا -

ترجمہ: (اور اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیجئے اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے -)

یعنی اللہ کافی ہے کہ تم معاملہ اس کے سپرد کر دو - اور وہ تمہارا وکیل ہو -

اور اسی بنا پر ارشاد مبارک ہے :-

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ -

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لیے اچھا ہے)

وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ -

ترجمہ: اور آپ ان پر کچھ بطور ذمہ داری کے مسلط نہیں کیے گئے)

یعنی ان کے کاموں پر موکل اور ان کے امور کی حفاظت پر مامور نہیں ہیں -

جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول مبارک ہے -

لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى - وكفر

ترجمہ: آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں) مگر جو روگردانی اور کفر کرے گا)

۱؎ ۴:۸۱، ۴:۱۳۲، ۴:۱۷۱، ۳۳:۳، ۳۳:۴۸

۲؎ ۳:۱۷۳

۳؎ ۶:۱۰۷، ۳۹:۴۱، ۴۲:۶

۴؎ ۸۸:۲۲

اسی پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

قُلْ لَسْتُ عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ۔[1]

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں)

نیز یہ ارشاد باری تعالیٰ :۔

اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهُ هَوَاهُ

ترجمہ: (اے پیغمبرؐ۔ آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا لیا۔

اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْهِ وَکِیْلًا۔[2]

ترجمہ۔ سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں۔

اَمْ مَّنْ یَّکُوْنُ عَلَیْهِمْ وَکِیْلًا۔[3]

ترجمہ (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا۔)

یعنی مَنْ یَّتَوَکَّلُ عَنْهُمْ۔

اَلتَّوَکُّلُ دو طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

کہا جاتا ہے۔

تَوَکَّلْتُ لِفُلَانٍ یعنی تَوَلَّیْتُ لَهٗ۔

نیز کہا جاتا ہے

وَکَّلْتُهٗ فَتَوَکَّلَ لِیْ وَتَوَکَّلْتُ عَلَیْهِ۔

---

[1] ٦٦:٦

[2] ۴۳:۲۵

[3] ۱۰۹:۴

ترجمہ: یعنی میں نے اس پر اعتماد کیا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

ترجمہ: (پس اللہ پر ہی سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے)

نیز فرمایا:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔

ترجمہ (اور جو بھی اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے)

رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا ۔

ترجمہ (اے ہمارے رب ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا)

اور وَاكَلَ فُلَانٌ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کا کوئی معاملہ کسی دوسرے کے سپرد ہونے کی بناء پر ضائع ہو گیا ہو۔

اور تَوَاكَلَ الْقَوْمُ سے مراد بعض کا بعض پر بھروسہ کرنا ہوتا ہے۔

اور رَجُلٌ وَكَلَةٌ تَكَلَةٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے معاملہ کو دوسرے کے سپرد کر دے اور اس پر بھروسہ کرے۔

اکثر لفظ وکیل کی تفسیر کفیل کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ لیکن وکیل زیادہ عام ہے اس لئے کہ ہر کفیل وکیل ہوتا ہے۔ لیکن ہر وکیل

لہ ۳: ۱۲۲؛ ۹: ۵۱، ۱۴: ۱۱، ۵۸: ۱۰، ۶۴: ۱۳

لہ ۶۵: ۳

لہ ۶۰: ۴

کفیل نہیں ہوتا۔[1]

امام حافظ احمد بن علی حجر العسقلانیؒ (۷۷۳ھ ـ ۸۵۲ھ) اپنی مشہور زمانہ کتاب فتح الباری شرح صحیح الامام ابی عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ میں لفظ وکالت کے بارے میں یوں شرح فرماتے ہیں:

لفظ "وکالت" واو کے زبر اور زیر دونوں طرح بولا جاتا ہے اور اس کے معنی ہیں تَفوِیض اور حِفظ (یعنی سپرد کردینا حفاظت و نگہبانی میں دیدینا۔) آپ جب یہ کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کو وکیل بنایا تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ آپ نے اپنا کوئی معاملہ اس کی حفاظت میں دیدیا اور اس کے سپرد کردیا اس طرح اپنا بوجھ ہلکا کرلیا۔ شریعت (مطہرہ) میں وکالت سے مراد ہے کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کو اپنی جگہ مطلق (مکمل طور پر) یا مقید (خاص طور پر خاص حد تک یا خاص کام کے لیے) مقرر کرنا (وھی فی الشرع اقامۃ الشخص غیرہ مقام نفسہ مطلقاً او مقیداً)[2]

وکالت کے جائز ہونے کا ثبوت

ہر وہ معاہدہ جو انسان خود کرسکتا ہے اس کے لیے دوسرے شخص کو بھی اپنا وکیل یا نائب بنا سکتا ہے۔ اس لیے کہ بعض عوارض و حالات کے پیش نظر انسان بہت سے امور خود سرانجام دینے سے قاصر ہوتا ہے اور اس کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کو ان کاموں کے لیے وکیل مقرر کردے۔ اس

---

[1] المفردات فی غریب القرآن فی اللغۃ والادب والتفسیر وعلوم القرآن۔ العلامہ الحسین بن محمد بن المفضل الملقب بالراغب الاصفہانی۔ صفحہ ۵۵۳۔ مطبوعہ کراچی ۱۳۸۰ھ۔

[2] فتح الباری۔ ابن حجر العسقلانی۔ جلد ۴۔ صفحہ ۴۷۹۔ م لاہور۔ سن ۱۴۰۱ھ۔

طرح وہ وکیل مقرر کر کے اپنی یہ ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ وکالت اس مفہوم کے اعتبار سے ایک جائز امر ہے اور اسکا جواز مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہے۔ کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔ اس کے جائز ہونے کی دلیل میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد پیش کیا گیا ہے: فابعثوا احدکم بورقکم یعنی تم کسی اور کو اس کام کیلئے کچھ دے کر بھیج سکتے ہو) وکیل بنانا یہی ہے اللہ تعالے اور اس کے رسولؐ نے اس امر کو برقرار رکھا ہے کیونکہ اس کے خلاف کوئی حکم نہیں آیا ہم سے پہلے کی شریعت کے احکام بھی اگر اس کی تنسیخ ہماری شریعت میں نہ ہو تو ہمارے لیے شرعی حکم ہیں [1]

بفحوائے قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ہے۔ نیز جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے آپکی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی۔ نیز یہ کہ اتباع رسول اللہ کا انعام یہ ہے کہ متبعین سے اللہ تعالے محبت کرنے لگتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ رسولؐ اللہ جس کام کے کرنے سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ تو دیکھیں کہ آپ کی پاکیزہ زندگی میں وکیل مقرر کرنے کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

لفظ وکیل کا حدیث میں مفہوم

حدیث میں وکیل استعمال ہوا ہے بلکہ وکالت کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں اس موضوع یعنی کِتَابُ الْوَكَالَة کے تحت سولہ باب باندھے ہیں اور اکیس احادیث بیان فرمائی ہیں جنکے اطراف کا احاطہ کیا جائے تو اس طرح کل ۹۲ احادیث ہیں۔

۱۔ وَكَالَةُ الشَّرِيكِ الشَّرِيكَ فِي الْقِسْمَةِ وَغَيْرِهَا۔

۲۔ اذا وكل المسلم حربيا في دار الحرب او دار الاسلام جاز

---

[1] کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ عبد الرحمان الجزیری۔ جز۳ ص ۱۷۰ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

٣- اَلْوَكَالَةُ فِي الصَّرْفِ وَالْمِيْزَانِ۔

٤- إِذَا أَبْصَرَ الرَّاعِيْ أَوِ الْوَكِيْلُ شَاةً تَمُوْتُ أَوْ شَيْئًا يَفْسُدُ ذَبَحَ وَأَصْلَحَ مَا يَخَافُ عَلَيْهِ الْفَسَادَ۔

٥- وَكَالَةُ الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ جَائِزَةٌ۔

٦- اَلْوَكَالَةُ فِي قَضَاءِ الدُّيُوْنِ۔

٧- إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيْلٍ أَوْ شَفِيْعِ قَوْمٍ جَازَ۔

٨- إِذَا وَكَّلَ رَجُلٌ أَنْ يُعْطِيَ شَيْئًا وَلَمْ يُبَيِّنْ كَمْ يُعْطِيْ فَأَعْطَى عَلَى مَا يَتَعَارَفُهُ النَّاسُ۔

٩- وَكَالَةُ الْمَرْأَةِ الْإِمَامَ فِي النِّكَاحِ۔

١٠- إِذَا وَكَّلَ رَجُلًا فَتَرَكَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَأَجَازَهُ الْمُوَكِّلُ فَهُوَ جَائِزٌ۔ وَإِنْ أَقْرَضَهُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى جَازَ۔

١١- إِذَا بَاعَ الْوَكِيْلُ شَيْئًا فَاسِدًا فَبَيْعُهُ مَرْدُوْدٌ۔

١٢- اَلْوَكَالَةُ فِي الْوَقْفِ وَنَفَقَتِهِ، وَأَنْ يُطْعِمَ صَدِيْقًا لَهُ وَيَأْكُلَ بِالْمَعْرُوْفِ۔

١٣- اَلْوَكَالَةُ فِي الْحُدُوْدِ۔

١٤- اَلْوَكَالَةُ فِي الْبُدْنِ وَتَعَاهُدِهَا۔

١٥- إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِوَكِيْلِهِ "ضَعْهُ حَيْثُ أَرَاكَ اللّٰهُ" وَقَالَ الْوَكِيْلُ قَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ۔

١٦- وَكَالَةُ الْأَمِيْنِ فِي الْخِزَانَةِ وَنَحْوِهَا۔

امام ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ کتاب الوکالۃ چھبیس احادیث پر مشتمل ہے۔ ان میں سے چھ معلق اور باقی موصولہ ہیں۔ ان میں کی مکرر یعنی جو پہلے بھی گذر چکی ہیں بارہ حدیثیں

ہیں اور باقی خالص ہیں۔ امام مسلم نے ان کی تخریج میں امام بخاری کی موافقت کی ہے ماسوائے حدیث عبدالرحمان بن عوف کے جو امیہ ابن خلف کے قتل کے بارے میں ہے اور حدیث کعب بن مالک ذبح شدہ بکری کے بارے میں اور حدیث وفد ہوازن جو ان دونوں کے طریق پر ہے اور حدیث ابوہریرہ جو رمضان کی زکاۃ کے حفظ کے بارے میں ہے اور حدیث عقبہ بن الحارث جو قصہ نعیمان کے بارے میں ہے۔ اور اس میں صحابہ وغیرہم کے آثار (اقوال) میں سے کچھ آثار ہیں لـہ

رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بنفس نفیس وکیل مقرر کرنا ثابت ہے۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں نے خیبر جانے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا میں نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا میں خیبر جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم خیبر میں میرے وکیل سے ملو تو پندرہ وسق کھجوریں لیتے آنا وہ تجھ سے نشانی مانگے تو اس کے حلق پر ہاتھ رکھ دینا (گویا یہ نشانی نبی اکرم نے مقرر کر رکھی تھی)۔ ٢ـہ

لـہ فتح الباری۔ امام ابن حجر العسقلانی۔ جلد ۴۔ کتاب الوکالۃ (خاتمہ) صفحہ ۴۹۴۔ مطبوعہ لاہور سنہ ۱۴۰۱ھ۔

٢ـہ سنن۔ ابی داؤد۔ کتاب الاقضیہ۔ باب (۳۰) فی الوکالۃ۔ حدیث ۱۰۔

صیح بخاری شریف کے محولہ بالا ابواب میں وکالت سے متعلقہ حدیثیں دیکھی جا سکتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ بات بھی ثابت ہے کہ آپ نے حضرت حکیمؓ بن حزام کو (قربانی کی) خریداری کے لیے[۵۱] اور حضرت عمرؓ بن ابی سلمہؓ کو شادی کیلئے اپنا وکیل مقرر کیا تھا[۵۲] یعنی عمر بن ابی سلمہ نے اپنی والدہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ ولایت دی گئی تھی۔

تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ یعنی حضرات صحابہ کرام۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ستاروں" سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا لو گے۔ ان میں سے بعض صدیق فاروق، ذوالنورین، حیدر کرار اوّلین سابقین ہیں۔ بعض عشرہ مبشرہ ہیں۔ بعض شہداء اور سب کے سب رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور صالحین ہیں باب العلم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ثابت ہے کہ آپؓ نے اپنے متعدد مقدمات میں حضرت عقیلؓ کو اور ان کے زیادہ معمر ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ کو اپنا وکیل مقرر کیا تھا۔

امام بیہقی نے بالاسناد عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا

---

۵۱ - الترمذی۔ کتاب البیوع۔ باب ۳۴۔ حدیث نمبر ۲۰۵۸

سنن - ابوداؤد۔۔۔ ابواب البیوع۔ باب ۲۸۔ فی المضارب یخالف حدیث نمبر ۳۔

۵۲ سنن النسائی۔ کتاب النکاح۔

کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقدمات میں بذات خود حاضر نہ ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک مقدمہ ایک بڑی مصیبت ہے جو شیطان پیش کرتا ہے پس آپ حضرت عقیلؓ (ابن ابی طالب) کو مقدمہ کے لیے وکیل مقرر کر دیتے پھر جب ان کو بڑھاپا آگیا اور وہ نحیف ہو گئے تو مجھے ان مقدمات کے لیے وکیل مقرر فرما دیا۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے کہ جو فیصلہ میرے وکیل کے خلاف ہوگا وہ میرے خلاف ہوگا۔[۱]

فاطمہ بنت قیس کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں اور میرے نفقہ (طعام) کے لیے اپنے بھائی کو وکیل مقرر کر دیا۔ اور خود یمن کی طرف چلا گیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کے خلاف مقدمہ لے گئی۔ آپ نے میرے لیے نفقہ و سکنی (طعام و قیام) نہیں بتایا۔[۲]

عمرو بن امیہؓ کو نکاح ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان کے واسطے وکیل کیا اور رافعؓ کو نکاح میمونہؓ میں وکیل کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت تک امت نے اس کے جواز پر اجماع کیا ہے اور ائمہ حدیث میں سے کسی کا اس میں اختلاف نہ ہونا "وکالت" کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ جس میں کوئی

۱؎ السنن الکبریٰ۔ امام بیہقی۔ کتاب الوکالۃ بالخصومۃ۔ ۶/ ۸۱ حاشیہ نصب الرایۃ ۴/ ۹۴
نیز دیکھئے الدرایۃ ۲/ ۱۷۴ ضمن حدیث نمبر ۸۳۸۔

۲؎ صحیح۔ مسلم۔ کتاب الطلاق۔ ۲/ ۱۱۱۴۔ ۱۱۲۱۔ الموطا۔ الامام مالک۔ کتاب الطلاق۔ ۲/ ۳۱۔
سنن۔ الترمذی۔ کتاب الطلاق۔ ۶/ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ المسند۔ الامام احمد بن حنبل۔ ۶/ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔
سنن۔ ابن ماجہ۔ کتاب الطلاق۔ ۱/ ۶۵۶۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔
سنن ابو داؤد۔ کتاب الطلاق۔ ۲/ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ الامام الشافعی ۵/ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔
سنن الدارمی۔ کتاب الطلاق۔ ۲/ ۸۷ ۵/ ۲۱۷۔ ۲۱۸

نزاع نہیں ہے [1]

وکالت کی تعریف

ایک شخص کا اپنے کاروبار کو دوسرے شخص کے سپرد کر دینے اور اس کو اپنا قائم مقام مقرر کر دینے کا نام وکالت ہے۔ جو شخص اس طرح مقرر کیا جاتا ہے وہ وکیل یا مختار کہلاتا ہے اور مقرر کرنے والا موکل یا اصل کے نام سے موسوم ہوتا ہے [2]

تکمیل معاہدہ وکالت

یہ معاہدہ یا عقد (Contract) ایجاب وقبول (Offer and Acceptance) سے تکمیل پاتا ہے۔ شرع اسلام کے مطابق کسی بھی معاہدہ کے لیے جس امر کی ضرورت ہے۔ وہ فریقین کی رضامندی کا اظہار ہے۔ جو اظہار رضامندی ابتداءً کیا جاتا ہے وہ ایجاب (Offer) کہلاتا ہے اور دوسرے اظہار کا نام قبول (Acceptance) ہے ایجاب وقبول کا ایک ہی مجلس میں ہونا ضروری ہے خواہ وہ مجلس فی الحقیقت ایک ہی ہو خواہ اس کو شرع نے ایک ہی قرار دیا ہو۔ قبول وایجاب میں توافق ہونا چاہیئے یعنی فریقین کا قصد (Intention) ایک ہی ہونا چاہیئے بغیر اس کے حقیقی رضامندی کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

شرائط وکالت

(۱) مؤکل ایسا شخص ہونا چاہیئے جس کو خود تصرف کی لیاقت حاصل ہو اور اس کے ذمہ احکام لازم ہوتے ہوں۔

---

[1] عبدالرحمٰن الجزیری: کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۳: ۱۷۱ لاہور

[2] المجلۃ الاحکام العدلیہ: ۲۳۵

(۲) وکیل ایسا شخص ہو جو عقد (معاہدۂ وکالت) کو سمجھتا ہو اور اس کا قصد کرے۔
(۳) وکیل میں ادائے عبارت کی لیاقت ہو۔
دوسرے لفظوں میں معاہدہ وکالت کی ظاہری شرط یہ ہے کہ جو شخص مختار یا وکیل مقرر کیا جائے وہ کار مفوضہ کی انجام دہی کی قابلیت (Legal Capacity) رکھتا ہو۔ اس لحاظ سے ایک بچہ جو سن شعور کو نہ پہنچا ہو اور دیوانہ وکیل نہیں ہو سکتا۔

رکن وکالت

لفظ وَکَّلْتُ یعنی میں نے وکیل کیا" کی ادائیگی ہے۔ اور وکیل کی طرف سے "میں نے مؤکل کی طرف سے یہ ذمہ داری قبول کی" کہنا ہے۔

حُکمِ وکالت

وکیل مقرر کیے جانے کے بعد وکیل کو اس کام کا تصرف حاصل ہو جاتا ہے جس کام کے لیے موکل نے اس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ہو۔

وکالت کن امور میں ہو سکتی ہے

وکالت تمام کاروبار میں ہو سکتی ہے۔ جیسے خرید و فروخت اجارہ۔ کرایہ۔ قرض۔ رہن۔ کفالت۔ ہبہ۔ تصفیہ باہمی۔ برأت۔ اقرار۔ مقدمات (خصومت) طلب حق شفعہ۔ تقسیم۔ ادائگی قرضہ۔ حصول قبضہ جائداد وغیرہ۔ اور نیز معاہدہ نکاح میں۔ لیکن شرع (The Legal Code of Islam) بجز اصل شخص کے حقوق کی قائم مقامی کے اور کسی امر میں مختاری (Agency) کو تسلیم نہیں کرتی یعنی عقوبات (Punishments) میں وکالت کارآمد نہیں ہو سکتی اور کوئی شخص یہ عذر کر کے کہ وہ فلاں ہرجہ یا جرم کا مرتکب فلاں شخص کی طرف سے بحیثیت مختار یا وکیل کے ہوا تھا بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

قرضہ بلا بدل رہن۔ کفالت عاریت۔

مؤکل کس حد تک اپنے وکیل کے افعال کا پابند ہے اور کس حد تک وہ ان افعال سے منفعت اٹھا سکتا ہے؟

شرکت۔ اور مضاربت کے معاملات میں اگر مختار یا وکیل نے معاہدہ صریحاً مؤکل کے نام سے نہیں کیا تو موکل اس کا پابند نہ ہوگا۔ لیکن بیع اجارہ یا تصفیہ باہمی ہیں معاہدہ کا بصراحت تمام موکل کے نام سے ہونا ضروری نہیں ہے جب معاہدہ بصراحت اصل شخص یعنی مؤکل کے نام سے نہ ہوا ہو تو موکل معاہدہ سے مستفید ہو تو سکے گا مگر فریق معاہدہ وکیل ہی سمجھا جائے گا جہاں تک معاہدہ کے حقوق اور ذمہ داریوں کی تعمیل کا تعلق ہے۔ دوسری صورتوں میں تعمیل کا حق موکل اور وکیل دونوں کو حاصل رہے گا۔

ایک وکیل یا مختار مجاز ہے کہ اپنے موکل کی طرف سے عدالت میں کسی قرضہ کی صحت کا اقرار کرے۔ بیرون عدالت وہ ایسے اقرار کا مجاز نہیں ہے اگر مؤکل کسی دعوے کے اقرار کی ممانعت کر دے تو وکیل یا مختار اس کی نسبت اقرار نہیں کر سکتا۔ جو جائداد بحق مؤکل ڈگری ہو اس پر قبضہ کرنے کا مختار یا وکیل عام طور سے مجاز نہیں ہے۔

مؤکل کی جو جائداد وکیل یا مختار کے قبضہ میں بیع یا

جائداد جو وکیل یا مختار کے قبضہ میں ہو

شرا یا ادائگی قرضہ یا قبضہ لینے کی غرض سے ہوگی وہ اس کے پاس امانت متصور ہوگی اور اگر وہ بغیر اس کے کسی قصور کے ضائع ہو جائے گی تو وہ اس کا ذمہ دار نہیں سمجھا جائے گا۔

وکیل کے فرائض بمقابلہ مؤکل کے

وکیل یا مختار پر لازم ہے کہ وہ اپنے مؤکل کی تمام ہدایات پر عمل کرے اگر وہ خلاف ورزی کرتا ہے تو مؤکل اس کا پابند نہ ہوگا۔ مؤکل جو شرائط قیود عائد یا قائم کر دے اس کی پابندی بھی وکیل یا مختار پر لازم ہوگی۔ وکیل یا مختار کو کار وکالت کی انجام دہی میں مؤکل کے فائدہ کا حتی الامکان پورا لحاظ رکھنا چاہیئے اس بنا پر وہ مجاز نہیں ہے کہ جس جائداد کی خرید و فروخت کیلیئے وہ مقرر کیا گیا ہے اس کو اپنے لیے خرید لے۔ وکیل یا مختار اس امر کا مجاز نہیں ہے کہ وہ اس کام کے لیے جس کے واسطے وہ مقرر کیا گیا ہے بغیر مؤکل کی صریح اجازت کے کسی دوسرے ... وکیل یا مختار کو مقرر کرے۔

وکالت کفالت اور حوالت میں فرق

(۱) ایک شخص کا اپنے کاروبار کو دوسرے شخص کے سپرد کر دینے اور اس کو اپنا قائمقام مقرر کر دینے کا نام وکالت (Agency Attorneyship) ہے

(۲) حوالہ یہ ہے کہ زید کو ایک قرضہ بکر سے ملتا ہے اور زید خود عمر کا مقروض ہے۔ تینوں آدمی (زید۔ بکر۔ عمر) اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ عمر بجائے اس کے کہ اپنا قرضہ زید سے اور زید بکر سے وصول کرے عمر رقم قرض بکر سے وصول کرے گا ایسے انتقال حق تابع یا حق متعلقہ بذات کو حوالہ کہتے ہیں جو انگریزی اصطلاح (Novation) کا مرادف ہے۔

(۳) کسی مطالبہ میں ایک شخص کا اپنی ذمہ داری کو دوسرے شخص کی ذمہ داری میں شریک کر دینے کا نام معاہدہ کفالت (Surityship) ہے۔ یہ معاہدہ کسی شخص کے حاضر لانے (To Produce a Person)

یا قرضہ کے ادا کرنے (To Pay back the debt)
یا کسی مال وغیرہ کی تحویل (Custody of Property) کے متعلق
ہو سکتا ہے ۔ ممکن ہے وہ قطعی (Absolute) ہو یا مشروط
(Conditional) ہو یا کسی آیندہ تاریخ پر منحصر ہو ۔ معاہدہ کفالت کی نوعیت
سے خود ظاہر ہے کہ قرضخواہ کو یہ حق ہوتا ہے کہ ایفاء معاہدہ کے لیے اصل قرض
دار یا کفیل (Surity) کو مجبور کرے ۔ اس کا ان دونوں میں سے
کسی ایک سے طلب ایفاء کرنا اس کی طلب ایفاء کے حق کو بمقابلہ دوسرے
شخص کے زائل نہیں کرتا جب تک کہ معاہدہ پورے طور سے ادا نہ ہو جائے۔
اگر قرض خواہ اور کفیل میں باہم ۔ قرارداد ہو جائے کہ اصل قرض دار بری الذمہ
رہے گا تو وہ معاہدہ کفالت نہیں بلکہ معاہدہ حوالہ ہوگا ۔

اصل قرض دار کی ذمہ داری میں جو تخفیف ہوگی یا اس کے ساتھ جو رعایت
کی جائے گی اس کا فائدہ کفیل کو بھی پہنچے گا ۔ اگر اصل قرض دار کا قرضہ معاف کر دیا جائے
تو کفیل بھی بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر اصل قرض دار کو مہلت دی جائے تو کفیل بھی
اس سے مستفید ہوگا لیکن اس کے برعکس صحیح نہیں ہوگا یعنی اگر کفیل یا ضامن بری الذمہ
کر دیا جائے یا اس کے ساتھ کوئی رعایت کی جائے تو اس سے اصل قرض دار کی ذمہ داری
میں کوئی فرق نہ آئے گا ۔

وکالت کی اقسام

وکالت کی دو بڑی اقسام یہ ہیں :۔

۱) وکالت قبضہ
۲) وکالت خصومت ۔

شرع میں باہمی خصومت وجھگڑا منع ہے لیکن جس شخص نے خلاف حق کسی مال عین یا دین میں اپنا استحقاق رکھا تو حقدار ضرور اپنے حق کے واسطے مخاصمہ کرتا ہے۔ پس دونوں میں سے جو شخص ناحق ہو وہی گنہگار ہے کیونکہ حقدار تو اپنا حق مانگتا ہے۔ پھر اگر مدعی نے اپنا حق ثابت کیا تو وہ کبھی دوسرے کو وصول حق کے واسطے وکیل کر دیتا ہے اور اس کو وکیل قبضہ کہتے ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نالش کرنے اور حق ثابت کرنے کے لیے کسی شخص کو اپنا وکیل مقرر کر دیتا ہے۔ ایسے وکیل کو وکیل خصومت

Agent in suit or Attorney in Litigation

کہتے ہیں۔ حقوق کی وصولیابی کی طرح حقوق کی ادائیگی کے لیے بھی وکیل مقرر کیا جا سکتا ہے۔ صرف حدود اور قصاص کے معاملات میں مستثنیات ہیں۔

حدود و قصاص میں وکیل مقرر نہیں کیا جا سکتا

اس لیے کہ اگر مؤکل عدالت میں موجود نہ ہو تو حدود وقصاص سے متعلق حقوق کی وصولیابی کے لیے وکیل کافی نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حدود وقصاص شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا مؤکل کی عدم موجودگی میں یہ شبہ بہرحال موجود رہے گا کہ اس نے معاف کر دیا ہو۔ بلکہ شریعت نے جو معافی کی ترغیب دی ہے۔ اس کی موجودگی میں یہی زیادہ قرین قیاس ہے کہ مؤکل نے معاف کر دیا ہو[1]

وکیل مقرر کرنا کہاں ضروری ہو جاتا ہے

اگر کوئی خاتون پردہ نشین ہو اور اس کی عادت باہر

---

[1] الہدایہ۔ امام مرغینانی۔ ج ۳۔ ص ۱۶۱ دہلی۔ سن ۱۳۳۲ھ

نکلنے اور عدالتوں میں آنے جانے کی نہ ہو تو امام ابوبکر احمد بن علی رازی الجصاص کی رائے میں اس کے لیے وکیل کرنا لازمی ہوگا اس لیے کہ اگر وہ عدالت میں بغیر وکیل کے پیش ہوئی تو شرم اور جھجک کی وجہ سے بول نہ سکے گی اور اس کو وکیل کو مقرر کرنا پڑے گا۔ صاحب ہدایہ کا کہنا ہے کہ بعد کے فقہاء نے اس چیز کو خصوصیت سے پسند کیا ہے[1]

کیا وکیل خصومت وکیل قبضہ ہو سکتا ہے

ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد جعفر المعروف امام قدوری (م ۴۲۸ھ) اپنی مختصر میں فرماتے ہیں جو شخص وکیل خصومت ہے وہ وکیل قبضہ بھی ہوتا ہے (چاہے مال عین ہو اور چاہے مال دین میں) کیونکہ جو شخص کسی کام کا مجاز ہوتا ہے تو وہ اس کو پورا کرنے کا مجاز ہو جاتا ہے اور خصومت کا پورا کرنا بقبضہ ہے۔ تو وکیل خصومت کو اختیار ہے کہ قاضی کے حکم کے بعد مال متدعویہ پر قبضہ کر لے۔ امام زفرؒ بن ہذیل بن سلیم العنبری البصری (م ۱۵۸ھ) کی رائے اس کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ موکل تو اس کی خصومت کرنے پر یعنی پیروی نالش (Appearact and Plead) پر راضی ہوا ہے اور مال پر قبضہ کرنا خصومت کے سوا دوسری چیز ہے اور اس پر وہ راضی نہیں ہوا تو وکیل کو قبضہ کا بھی اختیار نہیں ہے اور اس کو مشائخ بلخ اور نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم ابوالیث‌ؒ فقیہ سمرقندی المشہور بہ امام الہدیٰ (م ۳۷۳ھ) نے اس زمانے میں اختیار کیا۔ اور آج کل فتویٰ امام زفرؒ کے قول پر ہے کیونکہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض وکیل کی خصومت پر اعتماد و اطمینان ہوتا ہے حالانکہ اس کے مال وصول کرنے پر اطمینان نہیں ہوتا تو

---

[1] امام مرغینانی: الہدایہ: ۳: ص ۱۲۱: دہلی ۱۳۳۲ھ

اس کو وکیل خصومت کر سکتے ہیں اگرچہ وہ وکیل قبضہ نہ ہو۔ اور اس مسئلہ کی نظیر یہ ہے کہ جو شخص تقاضی قرض کے واسطے وکیل ہو وہ اصل روایت پر بالاتفاق وصول قرضہ کا مختار ہے اس واسطے کہ لغت میں تقاضا بمعنی قبضہ قرض ہے لیکن عرف اس کے خلاف ہے اور وضع لغت پر عرف کو غالب رکھتے ہیں لہٰذا مشائخ کا فتویٰ یہ ہے۔ کہ جو شخص تقاضی کا وکیل ہو وہ قرضہ وصول کرنے کا مختار نہیں ہے۔

امام محمدؒ م ۱۸۹ھ بن حسن بن فرقد الشیبانی نے جامع الصغیر میں فرمایا کہ اگر وکیل خصومت دو آدمی ہوں تو مال پر اس وقت قبضہ کر سکتے ہیں جبکہ دونوں متفق ہوں۔ یعنی ساتھ ہی قبضہ کریں" کیونکہ مؤکل تو دونوں کی مجموعی امانت پر راضی ہوا اور ایک کی امانت پر راضی نہیں ہوا اور قبضہ میں دونوں کا متفق ہو کر کام کرنا ممکن ہے بخلاف خصومت کے۔ چنانچہ اوپر گزرا کہ قاضی کی عدالت میں دونوں وکیلوں کا خصومت پر متفق ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ شور و غوغا ہوگا جب تک ایک خاموش نہ ہو لہٰذا خصومت کا اثبات و جواب صرف ایک وکیل سے متعین ہوا اور قبضہ کرنا دونوں سے ممکن ہے۔ لیکن معلوم ہو کہ اس زمانے میں امانت غیر معتبر ہونے سے فتویٰ یہ ہے کہ دونوں قبضہ نہیں کر سکتے ہیں۔

کفیل کے وکیل ہونے کے بارے میں بحث

امام محمدؒ الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ کسی نے کسی آدمی کی طرف مال کی کفالت کی پھر صاحب مال (یعنی مکفول لہ) نے کفیل کو اپنی طرف سے یہ مال اس آدمی سے وصول کرنے کا وکیل کیا تو اس معاملہ میں وہ کبھی وکیل نہ ہوگا" اس واسطے کہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے جو غیر کے واسطے کام کرے یعنی غیر کے واسطے کام کرنا وکالت کا رکن ہے پس اگر مسئلہ مذکورہ کی وکالت ہم صحیح سمجھیں تو وہ اپنی ذات کے واسطے کام کرنے والا ہو جائے گا کیونکہ اس سے وہ بری الذمہ ہوتا ہے تو وہ وکالت کا رکن جاتا رہا اور اس لیے کہ وکالت کے واسطے اس کا قول قبول ہونا لازم ہے۔ کیونکہ

وہ امین ہوتا ہے پس اگر مسئلہ مذکورہ میں وکالت صحیح ہو تو یہاں اس کا قول قبول نہ ہوگا (مثلاً اس نے کہا کہ میں نے وصول کر کے دے دیا تو قول نہیں قبول ہوگا۔ کیونکہ وہ اپنی ذات کا بری کرنے والا ہوگا تو جو چیز کہ) وکالت کے واسطے لازم تھی اس کے نہ ہونے سے وکالت بھی معدوم ہو گئی۔ کیونکہ جب لازم نہ ہو تو ملزوم بھی نہیں ہوتا ہے اور ہم نے دیکھا کہ وکیل کا قول قبول ہونا جو لازم وکالت ہے یہاں ندارد ہے تو معلوم ہو گیا کہ وکالت بھی ندارد ہے اور یہ مسئلہ نظیر مسئلہ غلام ماذون ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے غلام قرض دار کو جس کو تجارت کی اجازت دی تھی آزاد کر دیا حتیٰ کہ قرض خواہوں کے واسطے اس کی قیمت کا ضامن ہوا تو غلام سے پورے قرضہ کا مطالبہ کرے گا پس اگر قرض خواہ نے اس کو غلام سے مال وصول کرنے کا وکیل کیا تو وکالت بدلیل مذکورہ بالا باطل ہے کیونکہ مولیٰ بقدر قیمت کے اپنے بری ہونے کا وکیل ہے اور شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اگر مولیٰ نے اپنے قرض دار غلام کو آزاد کیا تو جائز ہے اور قرض خواہوں کو اختیار ہے کہ چاہیں غلام سے قرض کا مطالبہ کریں اور چاہیں مولیٰ سے مقدار قرضہ یا قیمت میں سے جو کم ہے اس کا مطالبہ کریں۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اگر قرض خواہوں نے مولیٰ کو وکیل کیا کہ غلام سے ان کا قرضہ وصول کرے تو یہ وکالت اس وجہ سے نہیں جائز ہے مولیٰ خود بقدر قیمت کے ضامن ہے تو وہ اپنی برارت کے واسطے عامل ہوگا اور یہ جائز نہیں ہے۔

مال ودیعت قبضہ کرنے کا وکیل

امام قدوری فرماتے ہیں اگر ایک شخص نے کہا کہ میں ودیعت رکھوانے والے کی طرف سے ودیعت وصول کرنے کا وکیل ہوں پس مستودع نے اس کے قول کی تصدیق کی تو مستودع کو حکم نہیں دیا جائے گا کہ اس

مدعی وکیل کو ودیعت دے دے۔ اس واسطے کہ مستودع نے مال غیر کے ساتھ یہ اقرار کیا کہ یہ اس مال ودیعت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہے اور خود اپنے مال میں ایسا اقرار نہیں کیا بخلاف قرضہ کے اکہ قرضہ عین مال سے ادا نہیں ہوتا بلکہ مثل سے ہوتا ہے تو گویا اپنا مال دیتا ہے پس قرضہ دار کا اقرار معتبر ہوتا ہے ا

اور اگر ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ میرا باپ مرگیا اور ودیعت کو میرے واسطے میراث چھوڑ گیا اور میرے سوا کوئی اس کا وارث نہیں ہے اور مستودع نے اس کے قول کی تصدیق کی تو مستودع کو حکم دیا جائے گا کہ مدعی کو سپرد کر دے کیونکہ مودع کی موت کے بعد مال ودیعت اس کا مال نہیں رہا اور اب مدعی و مستودع دونوں نے اتفاق کیا کہ یہ وارث کا مال ہے۔

اگر ایک شخص نے دعوٰی کیا کہ میں نے مودع سے ودیعت خریدی ہے پس مستودع نے اس کے قول کی تصدیق کی تو اس کو حکم نہیں دیا جائے گا کہ مشتری کو ودیعت سپرد کرے اس واسطے کہ جب تک مودع زندہ ہے تو مستودع کا تصدیق کرنا مال غیر کا اقرار ہے اس واسطے کہ غیر یعنی مودع ابھی تک مالک ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو قول مدعی و مستودع کی تصدیق اس مودع پر نہیں ہوتی۔

امام محمدؒ الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں اگر کسی کو اپنا مال وصول کرنے کا وکیل کیا پھر مدعا علیہ قرضدار نے کہ کہا کہ مالک مال نے اپنا سب مال وصول کر لیا ہے تو مستودع کو حکم ہوگا کہ وکیل مذکور کو یہ مال سپرد کرے" اس واسطے کہ وکالت تو ان دونوں کی باہمی تصدیق سے ثبوت ہو گئی اور مال کو پورا وصول کرنا صرف وکیل مدعی کے قول سے ثبوت ہوتا ہے۔ پس حق دلوانے میں تاخیر نہ کی جائے گی۔

مسئلہ قرضہ اور مسئلہ عیب مبیع میں فرق اور انکے احکامات

مسئلہ قرضہ

اور مسئلہ عیب مبیع سے متعلق بحث کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں۔

اگر کسی نے خریدی ہوئی باندی میں عیب پاکر ایک شخص کو پھیرنے کے واسطے وکیل کیا پس بائع نے دعویٰ کیا کہ مشتری اس عیب پر راضی ہوگیا تھا تو وکیل اس کو واپس نہیں کرسکتا یہاں تک مشتری سے قسم لی جاوے بخلاف مسئلہ قرض کے جو اوپر گذرا۔ چنانچہ وہاں قرضدار کو حکم دیا جاتا تھا کہ وکیل کو قرضہ دے دے بدون اس کے کہ قرضخواہ سے قسم لی جائے کہ میں نے قرضہ وصول نہیں پایا۔ پس دونوں میں فرق ہے۔ اس واسطے کہ قرضہ کے مسئلہ میں تدارک ممکن ہے بایں طور کہ جب قرضخواہ کی قسم سے انکار کرنے پر خطا ظاہر ہو تو جو کچھ وکیل نے وصول کیا ہے اس کو وکیل سے واپس لیا جاسکتا ہے اور عیب مبیع کے مسئلہ میں تدارک ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر قاضی نے بیع فسخ کردی تو وہ برابر فسخ رہے گی اگرچہ ظاہر ہو جیسا کہ ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مشتری سے قسم نہیں لی جائے گی کیونکہ کچھ مفید نہیں ہے۔ یعنی جب حکم قاضی کی وجہ سے بیع ظاہر و باطن میں فسخ ہوگئی تو پھر مشتری سے قسم لینا بے فائدہ ہے کیونکہ اس کے بعد فسخ کرنا منسوخ نہیں ہوسکتا ہے اگرچہ مشتری قسم سے انکار کرے اور معلوم ہو جائے کہ وہ عیب پر راضی ہوچکا تھا... یہ فرق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے۔

اور صاحبین کے نزدیک یہ ہے کہ صورت قرضہ و صورت عیب مبیع دونوں صورتوں میں یکساں جواب ہونا چاہیئے یعنی حکم میں تاخیر

نہ کی جاوے یعنی وکیل کو قرضہ دلوایا جائے اور بائع کو مبیع واپس دی جائے۔ اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک تدارک دونوں صورتوں میں ممکن ہے کیونکہ جب خطا ظاہر ہو تو حکم قضا باطل ہو جاتا ہے پس اگر قرض خواہ نے آکر وکالت سے انکار کیا تو مدیون نے جو کچھ دیا ہے وکیل سے واپس لے گا۔ اسی طرح جب وکیل کے دعوے سے بائع کو مبیع واپس دی گئی پھر مشتری کی حاضری سے معلوم ہوا کہ وہ عیب پر راضی ہو گیا تھا تو ظاہر ہوا کہ حکم قاضی باطل تھا پس بیع بحال ہو گی اور ردّ واپسی توڑ دی جائے گی۔

اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں تاخیر دی جائے کیونکہ ابو یوسفؒ انتظار معتبر رکھتے ہیں یہاں تک کہ مشتری سے قسم لی جائے بشرطیکہ بدوں دعوے بائع کے وہ حاضر ہو تو نگہداشت کے واسطے انتظار کیا جائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ وکالت قرضہ کی صورت میں اگر قرض خواہ نے انکار کیا یا وکالت بیع کی صورت میں مشتری سے عیب پر رضامندی ثابت ہوئی تو قاضی کا حکم ٹوٹے گا۔ جیسے مدعی و مدعا علیہ کے واسطے تاخیر ہو گی تاکہ حکم قاضی ٹوٹنے سے محفوظ رہے۔

وکیل خرید کے بارے میں احکام

وکیل خرید کے بارے میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔

امام محمدؒ نے الجامع الصغیر میں فرمایا: اگر زید نے بکر کو دس درہم اس واسطے دئیے کہ زید کے بال بچوں پر خرچ کرے پس اس نے اپنے پاس سے دس درہم خرچ کر دئیے۔ تو یہ دس درہم بعوض ان دس کے ہو جائیں گے۔

اس واسطے کہ یہ وکیل بالاتفاق وکیل خرید ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا ہے

اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ استحسان ہے اور قیاس مقتضی ہے کہ اس کو بدلنا جائز نہیں ہے۔ اور وہ اپنے دس درہم خرچ کرنے میں احسان کرنے والا ہو جائے گا پس مؤکل سے جو دس درہم لیے وہ اس کو واپس کر دے۔

یعنی اگر قرض دار نے ہزار درہم اپنے وکیل کو دیے تاکہ اس کے قرض خواہ کو ادا کرے وکیل نے ان درہموں کے علاوہ اپنے پاس سے ہزار درہم ادا کیے تو قیاس مقتضی ہے کہ وکیل نے احسان کیا اس واسطے کہ ادائے قرض بمعنی خرید نہیں ہے بلکہ یہی درہم دینا لازم ہے اور اگر خرید ہوتا تو البتہ اس کا ثمن بذمہ وکیل ہوتا اسکو اختیار ہوتا کہ انکی مثل ادا کر دے کیونکہ وہ وکیل کے ذمہ قرضہ ہوتے اور جب وہ بذمہ وکیل ہوئے تو لامحالہ وکیل اپنے مال سے بطور تبرع ادا کرنے والا ہو گیا کیونکہ درہم اس کے ذمہ قرضہ لازم نہیں کر سکتے بخلاف اس کے اگر دس درہم اپنے بال بچوں پر خرچ کے واسطے وکیل کیا تو خرچ کرنا متضمن خرید ہے یعنی ان درہموں سے خرید کر صرف کرے گا اور خرید سے جو ثمن اس کے ذمہ واجب ہوا وہ بعینہ درہم نہیں ہیں بلکہ ان کے مثل ہیں لہٰذا چاہے اپنے مال سے دے اور کچھ احسان نہ ہو گا کیونکہ وکیل کو اختیار ہوتا ہے کہ اس نے جو ثمن ادا کیا ہے وہ مؤکل سے لے لیوے[1]

وکیل کا معزول کرنا

امام قدوریؒ اپنی مختصر میں فرماتے ہیں: مؤکل کو اختیار ہے کہ اپنے وکیل

[1] عین الہدایہ، مترجم سید امیر علی: ۳: ۵۴۲ تا ۵۴۳، طبع لکھنؤ ۱۳۱۴ھ

کو وکالت سے معزول کر دے"۔

اس واسطے کہ وکالت تو مؤکل کا حق ہے پس اس کو اختیار ہے کہ اپنا حق مٹا دے لیکن اگر وکالت سے کسی غیر شخص کا حق متعلق ہو تو بغیر اس کی رضامندی کے معزول نہیں کر سکتا۔

مثلاً طالب مدعی کی درخواست سے نالش و خصومت میں وکیل کیا ہو تو بغیر اس کی رضامندی کے معزول نہیں کر سکتا کیونکہ ایسا کرنے میں غیر کا حق مٹانا لازم آتا ہے اور یہ مانند اس وکالت کے ہو گئی جس کو عقد رہن متضمن ہوتا ہے۔

مثلاً زید نے بکر سے ہزار روپیہ قرض لے کر اپنا باغ اس کے پاس رہن کیا مگر یہ باغ دونوں کے اتفاق سے ایک شخص ثالث عادل کے پاس جس پر دونوں کا اعتماد ہے رکھا گیا اس شرط سے کہ دو سال کے اندر یہ روپیہ ادا کرے گا لیکن نہ کر سکا اور راہن نے بخواہش مرتہن اس عادل کو وکیل کیا کہ وہ اس باغ کو فروخت کر کے مرتہن کا روپیہ ادا کر دے تو یہ وکالت متضمن رہن ہے جس سے مرتہن کا حق متعلق ہے لہٰذا اگر راہن نے چاہا کہ اس درمیان عادل کو وکالت سے معزول کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں اور وہ معزول نہ ہوگا۔ اس طرح قاضی کی کچہری میں مدعی کی درخواست پر مدعا علیہ نے وکیل خصومت دیا تو بغیر رضامندی مدعی کے اس کو معزول نہیں کر سکتا۔ یہ اس وقت ہے کہ مدعی کی درخواست پر وکیل کیا ہو اور اگر بغیر درخواست ہو تو جب چاہے معزول کرے اور واضح ہو کہ وکیل کو خبر پہنچنا ضروری ہے۔

With removal of power will be subject to notice to Attorney

وکیل کو اس کی معزولی کا نوٹس دینا لازمی ہے

امام قدوری فرماتے ہیں۔

پھر اگر وکیل کو معزول ہونے کی خبر نہیں پہنچی تو وہ برابر اپنی وکالت پر باقی رہے گا۔

کیونکہ معزول کرنے میں وکیل کا ضرر ہے خواہ اس راہ سے کہ اس کی ولایت باطل کی گئی یعنی بغیر آگہی کے یا اس راہ سے کہ وکیل کی جانب حقوق راجع ہوں گے تو خرید کی صورت میں مؤکل کے مال سے ثمن دے گا اور بیع کی صورت میں مبیع کو سپرد کرے گا پس بہر صورت وہ ثمن یا بیع کا ضامن ہو کر اس سے نقصان اٹھائے گا۔

حالانکہ شرعاً اس کے ذمہ سے ضرر دفع کیا گیا ہے وہ اس طرح پر کہ بغیر اس کی آگاہی کے اس کو معزول کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور وجہ اوّل کی دلیل سے خواہ وکیل نکاح ہو یا دوسرا وکیل ہو سب برابر ہیں۔

وکیل کا خود معزول ہوجانا،

یہاں تک تو وکیل کے معزول کرنے کا بیان تھا۔

اور بعض صورتوں میں وکیل خود معزول ہوجاتا ہے۔ جب کہ وکالت باطل ہوجائے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

وہ صورتیں جن میں معاہدہ وکالت کالعدم ہو جاتا ہے

امام قدوری اپنی مختصر میں فرماتے ہیں :- وکالت باطل ہو جاتی ہے اگر مؤکل مر جائے یا اس کو جنون مطبق .... ہو جائے (یعنی دائمی طور پر پاگل ہو جائے) یا وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں مل جائے"

۱- مؤکل میں پیدا ہونے والے عوارض

اس واسطے کہ توکیل ایک تصرف غیر لازم ہے تو اس تصرف کے دوام کو اس کی ابتداء کا حکم ہے پس حکم کا قائم رہنا ضروری ہے حالانکہ وہ ان عوارض سے مٹ گیا۔

توضیح یہ کہ وکیل کرنا کوئی ایسا تصرف نہیں جو لازم ہو جاتا ہے بلکہ ہر ایک مؤکل و وکیل کو توڑنے کا اختیار حاصل ہے پس جب ایسا تصرف ٹھہرا تو اس وکیل کی ابتداء میں جو بات چاہیئے وہ برابر باقی رہنے کے واسطے بھی ضروری ہے اور ابتداء میں مؤکل کا حکم چاہیئے تو ضرور ہوا کہ اس کا حکم باقی رہے تب تو توکیل باقی رہے حالانکہ جب مؤکل مرا تو اس کا حکم بھی معدوم ہوا اور اسی طرح جنون مطبق میں اور مرتد ہو کر دار الحرب سے مل جانے میں بھی حکم کالعدم ہے پس ان سب صورتوں میں توکیل مٹ جائے گی۔

اور یہ شرط لگائی کہ جنون مذکور ایسا ہو جس کو مطبق کہتے ہیں اس واسطے کہ قلیل جنون بمنزلہ بے ہوش ہو جانے کے ہے۔

حتی کہ اگر برابر ایک ماہ رمضان بھر تمام مجنون رہا تو اس پر قضاء نہیں ہے اس
طرح اس کی توکیل بھی ساقط ہے کیونکہ جب وہ لائق خطاب الٰہی بعبادات نہیں
ہے تو دنیاوی معاملہ بھی ساقط ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ سے شیخ جصاص رازیؒ نے
روایت کیا۔

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ جنون مطبق ایک سال کامل ہے۔ کیونکہ ایک سال
تک مجنون ہونے میں جمیع عبادات ساقط ہو جاتی ہیں یعنی زکوٰۃ و حج بھی ساقط ہوتی
ہے تو اسی مدت سے احتیاطاً اندازہ کیا گیا۔

وکیل میں پیدا ہونے والے عوارض

امام قدوری اپنی مختصر میں میں فرماتے ہیں جب
وکیل مرگیا یا اس کو جنون مطبق ہوگیا تو وکالت باطل ہوگئی۔
اس واسطے کہ وکیل کا مامور رہنا اس کے مجنون ہونے اور مرجانے کے
بعد صحیح نہیں ہے

ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ وکالت جب ہی باقی رہتی ہے کہ
مؤکل کا حکم دینا اور وکیل کا مامور ہونا برابر صحیح رہے تو جب مؤکل کا حکم صحیح
نہ رہے خواہ اس وجہ سے کہ مؤکل میں لیاقت نہیں رہی یا اس وجہ سے کہ وکیل
میں لیاقت نہ رہی تو توکیل باطل ہوگئی۔ پس وکیل کے مرنے یا مجنون ہونے
سے وکالت جاتی رہی۔ جب کہ جنون مطبق ہو ورنہ خفیف بمنزلہ خواب کے ہے۔
اور اگر وکیل مرتد ہو کر دارالحرب میں مل گیا تو اس کا تصرف جائز نہیں

ہے مگر یہ کہ وہ مسلمان ہو کر واپس آوے۔ (یعنی دارالاسلام میں چلا آوے تو وہ وکالت پاوے گا)

موکل کا وکیل کے سپرد کئے گئے کام کو خود کر لینا اور اسکا اثر

امام قدوری اپنی مختصر میں بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کو کسی کام کے واسطے وکیل کیا پس جس کام کے واسطے وکیل کیا تھا اس کو خود کر لیا تو وکالت باطل ہو گئی۔

یہ کلام بہت سی صورتوں کو شامل ہے مثلاً ایک یہ کہ اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا۔ دوم یہ کہ اپنا غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے بذات خود یہ غلام آزاد یا مکاتب کر دیا۔ سوم یہ کہ وکیل کو کوئی خاص عورت بیاہنے کے واسطے یا کوئی معین چیز خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر یہ کام خود کر لیا۔ چہارم یہ کہ اپنی زوجہ کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے خود اس کو تین طلاقیں دے دیں یا ایک طلاق دی اور اس کی عدت گذر گئی۔ پنجم یہ کہ اپنی عورت کو خلع دینے کے واسطے وکیل کیا پھر مؤکل نے بذات خود اس کو خلع دے دیا تو ان سب صورتوں میں وکالت باطل ہو گئی کیونکہ جب مؤکل نے بذات خود تصرف کر لیا تو وکیل پر تصرف کرنا متعذر ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی حتیٰ کہ اس کے بعد مؤکل نے اس عورت سے نکاح کیا اور اس کو طلاق سے بائنہ کر دیا

تو وکیل کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ مؤکل کے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دے کیونکہ
حاجت پوری ہو چکی۔ بخلاف اس کے اگر وکیل نے خود اس عورت سے
نکاح کر کے اس کو بائنہ کر دیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس کو مؤکل کے ساتھ بیاہ
دے۔ کیونکہ ابھی حاجت باقی ہے [1]

خلاصۃ الکلام | مختصر یہ کہ مؤکل کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے اپنے
وکیل یا مختار کو علیحدہ کر دے اور اسی طرح وکیل
یا مختار کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے وکالت یا مختاری سے علیحدہ ہو جائے
فریقین میں سے کسی ایک کی موت یا اس کام کے ختم ہو جانے پر وکالت
یا مختاری کا خود بخود خاتمہ ہو جاتا ہے لیکن اگر ایک دوسرے کے حقوق کا تعلق
ہو گیا ہے مثلاً ایک قرض دار نے اپنی جائیداد رہن کر دی اور بر وقت معاہدہ
یا وعدہ گزر جانے سے پہلے جائیداد مرہونہ کی فروخت کے لیے کسی وکیل یا مختار
کو مقرر کر دیا تو وہ بغیر رضامندی مرتہن کے اس کو موقوف نہیں کر سکتا اور نہ ہی
ایسی صورت میں وکالت یا مختاری مؤکل کی موت پر ختم ہوتی ہے اور نہ وکیل
ایک مرتبہ وکالت کو منظور کر لینے کے بعد اس سے سبکدوش ہو سکتا ہے۔ وکیل
بعد علیحدگی کے بھی جہاں تک کہ فریق ثالث کے حقوق کا تعلق ہے اپنی کارروائی
کا مؤکل کو پابند کر سکتا ہے جب تک کہ اس کی علیحدگی کا اعلان نہ ہو
جائے [2]

---

[1] عین الہدایہ۔ مترجم سید امیر علی۔ جلد ۳۔ کتاب الوکالۃ باب عزل الوکیل۔ صفحہ ۴۳۴ تا ۴۴۰
مطبوعہ لکھنو۔ ۱۳۱۵ھ۔

[2] المحلی۔ صفحہ ۲۴۸۔

احادیث سے وکالت کا ثبوت

(۱) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ قربانی کے اونٹوں کی جھولیں اور ان کی کھالوں کو خیرات کر دوں۔

(۲) عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بکریاں دیں کہ آپ کے صحابہؓ میں تقسیم کر دیں۔ تو ایک بکری کا بچہ باقی رہ گیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا تم خود اس کی قربانی کر لو۔

(۳) عبدالرحمٰن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیہ بن خلف کو ایک خط لکھا کہ وہ مکہ میں میرے سامان کی حفاظت کرے میں مدینہ میں اس کے سامان کی حفاظت کروں گا۔ جب میں نے خط میں اپنا نام عبدالرحمٰن لکھا تو اس نے کہا میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا تو اپنا وہ نام لکھ جو جاہلیت میں تھا۔ تو میں نے عبدِ عمرو لکھا۔ الی آخر الحدیث۔

(۴) ابو سعید خدریؓ اور ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو خیبر کا عامل مقرر کیا تو وہ آپ کے پاس عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم ایسی کھجور ایک صاع دو صاع کے عوض یا دو صاع تین صاع کے عوض خرید لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو۔ تمام کھجوریں درہم کے عوض فروخت کرو پھر ان درہموں کے عوض اچھی کھجوریں خرید کر لو۔ اور وزن سے فروخت ہونے والی چیزوں کے متعلق بھی آپ نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔

(۵) کعب بن مالک سے روایت ہے کہ ان کے پاس بکریاں تھیں جو مقام سُلع

میں چرتی تھیں۔ ہماری ایک لونڈی نے دیکھا کہ ہماری ایک بکری مر رہی ہے تو اس نے ایک پتھر توڑ کر اس سے اس بکری کو ذبح کر ڈالا کعب نے لوگوں سے کہا تم نہ کھاؤ جب تک میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں۔ یا یہ کہا کہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دوں کہ وہ آپ سے دریافت کرے۔ انہوں نے خود اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا اس نے پوچھا جس کو انہوں نے بھیجا تھا۔ آپؐ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔ عبید اللہ کا بیان ہے کہ مجھے یہ بات بہت اچھی معلوم ہوئی کہ اس نے لونڈی ہو کر بکری ذبح کر دی عَبْدَہ نے عبید اللہ سے اس کے متابع حدیث روایت کی ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک خاص عمر کا اونٹ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی شخص کا قرض تھا وہ آپؐ کے پاس تقاضہ کرنے کے لیے آیا تو آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اسے دے دو۔ لوگوں نے اس عمر کا اونٹ تلاش کیا۔ اس عمر کا اونٹ تو نہ ملا لیکن اس سے زاید عمر کا اونٹ ملا۔ آپ نے فرمایا۔ اس کو دے دو۔ اس آدمی نے کہا آپ نے میرا حق پورا دے دیا اللہ آپ کو بھی پورا دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرض کو اچھے طور پر ادا کرے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تقاضا کرنے کے لیے آیا اور شدت اختیار کی۔ صحابہؓ نے اسے مارنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو چھوڑ دو۔ جس کا حق ہوتا ہے وہ اسی طرح گفتگو کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کو اس کی عمر کا اونٹ دے دو۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عمر کا تو نہیں لیکن اس سے زیادہ کا ہے۔ آپ نے فرمایا وہی اس کو دے دو۔ تم میں بہتر وہی شخص ہے جو اچھے طور پر قرض کو ادا کرے۔

(۸) مروان بن حکم اور مسوؔر بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہوازن کا وفد آیا تو آپ کھڑے ہوئے۔ آپ سے ان لوگوں نے

درخواست کی کہ ان کے قیدی واپس کر دیے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سچی بات بہت پسندیدہ ہے اس لیے دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو یا تو قیدی واپس لے لو یا مال۔ اور میں نے تو ان کے آنے کا (جعرانہ) میں انتظار کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دس راتوں سے زاید انتظار کیا۔ جب طائف سے واپس ہوئے تھے۔ چنانچہ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے ایک ہی چیز واپس کریں گے تو ان لوگوں نے کہا کہ ہم اپنے قیدیوں کو اختیار کرتے ہیں۔ (یعنی قیدیوں کو واپس کر دیجئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی تعریف بیان کی جس کا وہ مستحق ہے پھر فرمایا۔ امابعد تمہارے یہ بھائی ہمارے پاس تائب ہو کر آئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس کر دوں اس لئے جو شخص بطیب خاطر (بخوشی) واپس کرنا چاہے تو واپس کر دے اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا حصہ باقی رہے اس طور پر کہ جو سب سے پہلی فتح ہو گی تو ہم اس کا عوض دے دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ تم میں کسی نے اس کو منظور کیا اور کس نے نامنظور کیا۔ تم لوگ لوٹ جاؤ اور تمہارے سردار ہمارے پاس آکر بیان کریں۔ لوگ لوٹ گئے اور ان کے سرداروں نے گفتگو کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ کر آئے۔ ان لوگوں نے بیان کیا کہ لوگ قیدی واپس کرنے پر راضی ہیں۔

(۹) جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا لیکن میں ایک سست اونٹ پر سوار تھا۔ اور وہ سب سے پیچھے رہتا تھا۔ چنانچہ میرے پاس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا جابر بن عبداللہ۔ آپ نے پوچھا۔ کیا بات ہے میں نے

جواب دیا میں ایک سست رفتار اونٹ پر سوار ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے پاس کوئی چھڑی بھی ہے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے دے دو۔ میں نے وہ چھڑی آپؐ کو دے دی۔ آپؐ نے اس کو مارا اور ڈانٹا۔ اس جگہ سے چلا تو سب سے آگے بڑھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ آپ ہی کا ہے (یعنی بلامعاوضہ لیجیے) آپ نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ پھر فرمایا کہ چار دینار کے عوض میں نے اس کو خرید لیا اور تو مدینہ تک اس پر سوار ہوگا۔ جب ہم مدینہ کے قریب پہنچے تو میں اپنے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ آپ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک بیوہ سے نکاح کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کنواری عورت سے کیوں نہ کیا کہ تو اس سے کھیلتا وہ تجھ سے کھیلتی میں نے عرض کیا کہ میرا باپ مر گیا اور کئی بیٹیاں چھوڑ گیا میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے نکاح کروں جو تجربہ کار اور بیوہ ہو۔ آپ نے فرمایا تو ٹھیک ہے جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ نے فرمایا اے بلالؓ جابرؓ کو اس کی قیمت دے دو۔ اور زیادتی کے ساتھ دو۔ چنانچہ مجھے چار دینار اور ایک قیراط سونا زیادہ دیا۔ جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا۔ ایک قیراط سونا ہم سے جدا نہ ہوتا اور وہ جابر کی تھیلی میں برابر رہتا۔ کبھی جُدا نہ ہوتا۔

(۱۰) سہل بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی جان آپؐ کو ہبہ کر دی۔ ایک شخص نے کہا کہ میرا نکاح اس عورت سے کر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے اس قرآن کے عوض کر دیا جو تمہیں یاد ہے۔

(۱۱) حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا میرے پاس ایک شخص آیا اور لپ بھر کر اناج لینے لگا۔ میں نے اس کو پکڑ لیا۔ اور کہا خدا کی قسم میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اس نے کہا میں محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت ضرورت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھ کو رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے اور پھر آئے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی وجہ سے مجھے یقین ہوگیا کہ وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا۔ وہ آیا۔ اناج لپ بھر کر لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں اور مجھ پر بیوی بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ہے۔ اب میں نہیں آؤں گا چنانچہ مجھے رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس نے سخت ضرورت بیان کی اور بیوی بچوں کی ذمہ داری کی شکایت کی تو مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو وہ جھوٹا ہے پھر آئے گا۔ میں تیسری رات اس کا منتظر رہا۔ وہ آیا اور اناج لپ بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے جاؤں گا اور یہ تیسری بار ہے تو نے ہر بار یہی کہا کہ پھر نہیں آؤں گا لیکن تو ہر بار آجاتا ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات بتاؤں گا۔

جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تم کو فائدہ پہنچائے گا۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہیں۔ اس نے کہا جب تُو اپنے بستر پر جائے تو آیۃ الکرسی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم آخر آیت تک پڑھے۔ اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ تیری نگرانی کرے گا اور صبح تک شیطان تیرے پاس نہیں آئے گا۔ چنانچہ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تیرے رات کے قیدی کا کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے کہا کہ وہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو فائدہ پہنچائے گا۔ اس لیے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے مجھ کو بتایا کہ جب تو اپنے بستر پر جائے تو اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم والی آیت کو آخر تک پڑھا کر اس طرح اللہ کی طرف سے تیرا ایک محافظ ہوگا۔ اور تیرے پاس صبح تک شیطان نہیں آئے گا اور صحابہؓ خیر کے بہت حریص تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ تو اس نے ٹھیک کہا لیکن وہ بہت جھوٹا ہے۔ اے ابوہریرہؓ تم جانتے ہو کہ تین رات تم کس سے گفتگو کرتے رہے یہ۔ ابوہریرہؓ نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا

امام غزالی کے نزدیک وکالت

امام ابوحامد محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء علوم الدین میں فرماتے ہیں:

لفظ توکل مشتق وکالت سے ہے جس کے معنی دوسرے پر اعتماد کرکے کام سپرد کرنے کے ہیں جس کو کام سپرد کرتے ہیں اس کو وکیل کہتے ہیں اور جو کام سپرد کرتا ہے اس کو متوکل اور متوکل کہتے ہیں بشرطیکہ وکیل پر اس کے نفس کا اطمینان اور اعتقاد ہو اور اس کو متہم عجز اور قصور کا نہ سمجھتا ہو غرضیکہ توکل صرف وکیل پر اعتماد دلی کو کہتے ہیں۔ اب ہم مقدمات کے وکیل کو بطور مثال فرض کیے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر

کوئی شخص دوسرے پر فریب سے جھوٹا دعویٰ کرے اور مدعا علیہ اس سے لڑنے کے لیے اپنی طرف سے ایسے شخص کو وکیل کرے جو اس کا فریب واشگاف کر دے تو وہ وکیل پر متوکل اور اعتماد کرنے والا اور اس کی وکالت پر مطمئن نہ کہلا دیگا جب تک کہ چار باتوں کا اعتقاد اس میں نہ رکھتا ہوگا۔

(۱) نہایت درجے کی ہدایت

(۲) قدرت کامل

(۳) غایت مرتبہ کی فصاحت

(۴) شفقت تام

ہدایت اس لیے کہ اس کے باعث فریب کے مقامات جان لے یہاں تک نازک و باریک حیلے بھی اس سے ہرگز چھپے نہ رہیں۔

قدرت اس لیے کہ حق کی تصریح کرے۔ حاکم کی منہ دیکھی بات نہ کہے رُعب میں نہ آوے۔ شرم و نامردی اظہارِ حق میں روا نہ رکھے اس لیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وکیل کو وجہ فریب طرف ثانی کی معلوم ہو جاتی ہے مگر وہ خوف یا نامردی یا حیا یا کسی اور مانع کے باعث جس سے دل تصریح حق سے ضعیف ہو جاتا ہے اس کو زبان پر نہیں لاتا۔

فصاحت اس لیے کہ یہ بھی ایک طرح کی قدرت ہے مگر قدرت لسانی ہے کہ دل جس بات پر جُرأت کرے اور ارشاد کرے اس کو اچھی طرح بیان کر سکے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ جو شخص فریب کے موقعے جانتا ہو وہ اپنی تیزیِ زبان سے اس کا عقدہ بھی حل کر دیا کرے۔

شفقت تام اس لیے کہ اس کے باعث جس قدر کوشش دلیل سے اس کے حق میں ہو سکے اس کو بجالائے کیونکہ صرف مقدمہ

لڑانے پر وکیل کا قادر ہونا کافی نہیں جب تک کہ عنایت توجہ متوکل کے حال پر نہ ہو اور اس کے کام کو ضروری اور قابل دل لگانے کے نہ سمجھے اور اگر ایسی صورت ہو کہ طرف ثانی جیتے تو کچھ غرض نہیں اور متوکل جیتے تو کچھ پرواہ نہیں۔ اس کا حق مارا جائے یا باقی رہے کسی سے کچھ مطلب نہیں۔

پس اگر متوکل کو ان چاروں باتوں میں خواہ ان میں سے ایک میں بھی شک ہوگا۔ یا اس کے عندیے میں طرف ثانی ان چاروں میں کامل تر ہوگا تو اس کو اپنے وکیل پر خوب اطمینان نہ ہوگا بلکہ دل میں متردد رہے گا اور ہمہ تن اس بات کی تدبیر نکالے گا کہ کسی طرح وکیل میں جو کمی ہے یہ دور ہو جائے اور طرف ثانی کا غلبہ فرو ہو اور جس قدر متوکل کو ان چاروں باتوں کا وکیل پر اعتقاد ہوگا۔ اسی قدر اس کا اس پر اعتماد اور اطمینان سمجھنا چاہیئے۔

عصر حاضر میں پیدا ہونے والے مسائل

۱۔ کیا وکیل مقدمہ میں فیس لے سکتا ہے

وکیل مقدمہ کو موجبات مقدمہ مخالف کے موجبات مقدمہ۔ عدالت میں حاضری۔ مقدمہ کی پیشی پر پیروی۔ شہادت کی ادائیگی۔ جرح۔ بحث۔ قانونی اور واقعاتی دلائل سب پر اپنی صلاحیتوں اور وقت و قوت کو صرف کرنا ہوتا ہے اس لیے ان سب باتوں کے تحت اس کا محنتانہ وصول کرنا کسی طور بھی خلاف شرع نہیں

۲۔ کیا وکیل کا غلط بات کو سچ ثابت کرنا جائز ہے

غلط بات کو سچ ثابت کرنا کسی طور بھی جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ واقعی غلط ہو۔ حق تلفی کرنا گناہ ہے اور

وکیل اپنے موکل کو حق تلفی سے بچاتا ہے بعض اوقات حق تو ہوتا ہے مگر اس کو ثابت کرنا اور باور کرانا بڑا مشکل کام ہوتا ہے جس کے لیے بڑی معلومات اور گہری نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے جو عام سطح کے لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ وکیل کا کام ہے کہ پوری محنت کر کے حق کو محفوظ کرے۔ ایسا کرتے وقت اس پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ فریق مخالف کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حق کو بھی ناحق وصول کرنے سے بچے۔

وکیل کو کیسا مشورہ دینا چاہیے

وکیل کو کوئی ایسا مشورہ نہ دینا چاہیئے جو معاشرے میں صدق و عدل کے منافی ہو اور جور و ظلم پر اکسانے والا یا اس کا معاون ہو۔ حقوق و فرائض۔ قوانین و قواعد۔ عدل و انصاف اور قانون کا احترام سب احترام آدمی کے لیے ہیں کہ اس کی جان مال آبرو محفوظ رہے اور کسی طور پر بھی ان کی پامالی یا غصب نہ ہونے پائے اور اگر ہو جائے تو اس کا ازالہ ہو سکے۔ ازالہ کی شکلیں بلاشبہ مختلف ہوں گی لیکن اگر بجائے ازالہ کے مجرم کو تحفظ مل جائے۔ یا غاصب خود کو محفوظ محسوس کرنے لگے تو اس کا انجام معاشرے کی تباہی ہو گی۔

۱۔ اسلام تمام تر مسلمانوں میں عدل کی روح جاری و ساری دیکھنا چاہتا ہے اور یہ عدل صرف عدالتوں کی حد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کا آغاز گھر سے ہوتا اور گھر سے باہر زندگی کے ہر شعبہ کو محیط ہے ۔ ایک وکیل، چونکہ اب اصطلاحاً قانون اور اس کی تفہیم ہی سے وابستہ ہے، اس لیے یہ نکتہ اسے دل میں جاگزیں رکھنا چاہیئے کہ تمام تر قوانین وضع ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ ان کے ذریعے عدل قائم کیا جا سکے ۔ چنانچہ وکیل کے پیش نظر اپنے پیشہ کے اعتبار سے یہی بنیادی نکتہ ۔ رہنا چاہیئے

کہ اس نے اپنے مؤکل کو عدالت سے عدل مہیا کروانا ہے۔ اور اس سے اسے پرہیز کرنا چاہیئے کہ دوسروں کا حق چھین کر اپنے موکل کو دلوا دے۔

۲۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ پیشہ وکالت سے وابستہ فرد کو یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ اگر موکل سے کسی جرم کا ارتکاب ہوا ہے، یا اس سے کسی کی حق تلفی ہوئی ہے اور اس کے خلاف دعویٰ پیدا ہوا ہے، تو وہ اپنے ضمیر کی آواز کو دبا کر، محض چند سکوں کے لیے اس کی مدد پہ آمادہ ہو جائے اور اپنی تمام تر صلاحیتیں اس کے ارتکاب جرم کو بے گناہی ثابت کرنے اور اس کے غلط موقف کو صحیح ثابت کرنے پر صرف کر دے، کیونکہ اسے جو صلاحیتیں حاصل ہیں، وہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ ہیں اور اس کا یہ فرض ہے کہ ان کا استعمال ناجائز طریقے پر نہ کرے، بلکہ ملزم کو اگر بادی النظر وہ مجرم سمجھے، تو اس کی مدد نہ کرے اور یہ نہ سوچے کہ ... اس ملزم کا مقدمہ ہاتھ میں نہ لے کر وہ رزق سے محروم رہ گیا ہے کیونکہ خیر الرازقین تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وکیل اپنے منصب کی معنویت کو بھی سمجھے اور توکل علی اللہ کی عملی تفسیر بننے کی کوشش کرے۔ اگر اس پر کسی نے بھروسہ کیا ہے تو وہ جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، کس پر بھروسہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلق خدا کو رزق بہم پہنچانے کا ذمہ لے رکھا ہے، وہ اسے کسی بھی طور محروم نہیں کر سکتا اگر ایک موکل خود کسی وکیل کا حاجت مند ہے اور اس کی صلاحیتوں کا طالب ہے، تو پھر وہ کس طرح رازق کہلا سکتا ہے بہترین رازق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔